ڈاکٹر شاہد کاشمیری

ضیغمِ احرار .... شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ

ولادت: یکم جون ۱۸۹۷ء امرتسر انتقال: ۲۱ر جون ۱۹۶۷ء لاہور

ضیغمِ اسلام شیخ حسام الدین رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام کے بانیوں اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے رفقاء میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے۔ تحریکِ خلافت اور مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے انہوں نے انگریز سامراج اور اس کے حاشیہ نشینوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی۔ وہ برصغیر میں تحریک آزادی کے عظیم اور مخلص رہنما تھے۔ ماہ جون ان کی ولادت اور انتقال کا مہینہ ہے۔ اسی مناسبت سے چند مضامین ان کی یاد میں ہدیۂ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

قائد احرار شیخ حسام الدین ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ صبر و استقامت کے پیکر لازوال و بے مثال، خوشامد و قصیدہ گوئی سے بے نیاز، حق گوئی و بے باکی کی تصویر، مزاج شروع ہی سے سخت جو بات کہہ دی پھر اس پر ڈٹ گئے مگر معاف کرنے پر آئے تو ان جیسا منکسر المزاج بھی دورِ جدید میں کوئی نہ ملا، وہ نہ صرف مجلس احرار اسلام کے رہنما رہے، بلکہ اس کے بانیوں میں شامل تھے۔ وہ ایک بلند پایہ شعلہ بار مقرر، اعلیٰ شعری ذوق رکھنے والے علم دوست، بہترین انشا پرداز اور مترجم تھے۔ ان کا ملکی و بین الاقوامی سیاسی معاملات پر مطالعہ و مشاہدہ وسیع تھا۔ وہ ایک منجھے ہوئے صحافی بھی تھے۔ اخبار روزنامہ آزاد کے چیف ایڈیٹر اور نگران بھی رہے۔ وہ انگریز دشمن، باضمیر و بااصول رہنما تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ مجلس احرار اسلام کے اصول و مقاصد اور جدوجہد آزادی کی خاطر بے لوث خدمت کرنے اور دینی و قومی افکار کی اشاعت میں گزرا، وہ صحیح معنوں میں خادم احرار تھے، انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعے وقت کے حاکموں کو للکارا۔ حق گوئی و بے باکی کی ایسی مثال قائم کی کہ جس سے ان کی سوچ اور نظریے کو ایک نئی شان اور حوصلہ ملا، اور قید و بند کی صعوبتوں کی کبھی پروانہ کی ان کے خطبات، مضامین اور مجلس احرار اسلام کے اہم اجلاسوں میں پیش کی جانے والی قرار دادیں ان کی سیاسی بصیرت اور مربوط سوچ کی غماز ہیں۔ مجلس احرار کے بانی اور بنیادی کارکن ہونے کے ناطے، انہوں نے تاریخ حریت کے ان قافلہ سالاروں میں اپنا نام لکھوایا، جنہوں نے برطانوی سامراجی اقتدار و تسلط کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور امت مسلمہ کو آزاد ہندوستان میں خودداری اور سربلندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز و کامران دیکھنے کے لیے ایک عوامی اسلامی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ وہ چراغ جو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جلایا تھا اس کی لَو کو مزید تیز اور روشن کرنے میں شیخ حسام الدینؒ کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہوں نے احرار کے علم کو زندگی کی آخری سانس تک بلند رکھا۔

شیخ حسام الدینؒ نے جو راہ اپنائی وہ بڑی کٹھن تھی۔ اس میں مقامات آہ و فغاں بھی تھے اور سرفروشانہ جدوجہد کا انوکھا ذائقہ بھی، شیخ صاحبؒ سیاست کے روزِ اوّل ہی سے غلامانہ ذہنیت کے خلاف ایک احتجاج تھے۔ انہوں نے جب عملی سیاست میں قدم رکھا تو لوگ انکی تحریر و تقریر کے گن اور محاسن کو دل سے تسلیم کرنے لگے۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف تحریک کی کامیابی کے لیے جو والنٹیر کور بنائی گئی شیخ صاحبؒ امرتسر کی کور کے انچارج تھے۔ چوک رام گڑھ میں رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا بہاء الحق قاسمیؒ، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال اور شیخ حسام الدینؒ نے شرکت کی۔ شیخ صاحبؒ کی غالباً یہ پہلی کسی سیاسی جلسہ میں تقریر تھی، جس پر انہیں خوب داد ملی۔ ڈاکٹر

سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال گرفتار ہو گئے، تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے حکمتِ عملی تبدیل کی گئی۔ شیخ حسام الدینؒ نے طلباء اور دوسرے نوجوانوں کو منظم کیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ غیر منظم انداز سے تحریک کو چلایا گیا تو اس کے منفی اثرات سامنے آئیں گے۔ لہٰذا سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی اور ۱۰، اپریل ۱۹۱۹ء کو گول باغ امرتسر میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس جلسے نے بعد میں جلوس کی شکل اختیار کر لی۔ جس نے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے کے باہر احتجاج کیا۔ پھر ''پل پوڑیاں'' کی طرف رخ کیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انگریز فوجی گھوڑ سواروں نے جلوس کو منتشر کرنے کے لیے ان پر لاٹھی چارج کیا۔ لیکن جلوس اس لاٹھی چارج کی پروانہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا اس پر انگریز فوجیوں نے گولی چلادی، جس سے ایک شخص بسا آرائیں شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ جوابی حملے کے طور پر ایک نوجوان شرف الدین عرف شنو نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو انگریزوں کی گردنیں دبوچ لیں، یہ دیکھ کر انگریزوں نے شرف الدین پر گولی چلا دی وہ دو انگریزوں کی جان لے کر شہید ہو گیا۔

واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ نوجوان قیادت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے تاریخ میں اپنا نام لکھوایا یہ جذبہ اور ولولہ انگیز قیادت کا ثمر تھا کہ انگی ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی، ان واقعات کے ردعمل کے طور پر برطانوی استعمار کے نمائندے بوکھلا گئے اور انسانیت سوز مظالم پر اتر آئے اور جلیانوالہ باغ کا تاریخی حادثہ رونما ہوا بس جب انگریز کی باغی تنظیموں پر پابندی لگی اور لیڈروں کو نار کیا جانے لگا تو شیخ حسام الدینؒ بھی دھر لیے گئے۔

شیخ صاحبؒ کو گرفتار کر کے ضلع کچہری سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر پہنچا دیا گیا، جہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس گرفتاری کے عمل اور برطانوی استعمار سے بیزاری کا اظہار نعروں کی صورت میں کیا شیخ حسام الدینؒ کے والد بھی بیٹے سے ملنے آئے اور نصیحت کی۔

''اب کہ تم قوم و ملک کے نام پر گرفتار کیے جا چکے ہو، تمہارا معاملہ ذاتی نہیں رہا، نیز تمہارے ہر عمل کا اثر قوم پر پڑے گا، اس لیے حوصلہ نہ ہارنا اور شیخ سعدیؒ کے اس قول کو کبھی نہ بھولنا کہ۔

برسر اولادِ آدم ہر چہ آید بگذرد

شیخ حسام الدینؒ کا ۶ رجنوری کو رائے لالہ امر ناتھ کی عدالت سے انہیں کریمنل لاء ایمنڈمنٹ کے تحت ڈیڑھ سال قید بامشقت اور دو سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کا حکم سنایا گیا۔

سیاسی قیدی عموماً میانوالی جیل بھیجے جاتے تھے۔ اس لیے شیخ صاحبؒ کی بھی خواہش تھی کہ وہ اسی جیل میں اپنی قید کاٹیں، مگر میانوالی جیل میں قیدیوں کی تعداد پوری ہو چکی تھی، اس لیے انہیں ڈسٹرکٹ جیل انبالہ بھیج دیا گیا۔ انبالہ جیل میں ہی شیخ حسام الدینؒ صاحب کی ملاقات چودھری افضل حقؒ سے ہوئی۔ یہاں پر چودھری افضل حقؒ کے علاوہ جھجر کے خیر محمد خان، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا خواجہ محبوب پانی پتی بھی قید تھے۔

شیخ حسام الدینؒ نے اپنی اسیری کا زمانہ انبالہ کے علاوہ لاہور اور دھرمسالہ کی جیلوں میں گزارا، ان جیلوں میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ ان جیلوں کے حوالے سے شیخ صاحبؒ نے جو حقائق لوگوں کو بتائے وہ کسی ''زنداں نامہ'' سے کم نہیں۔ وہ خود رقم طراز ہیں کہ

''مجھے اپنی قید کے چار پانچ ماہ میں اس فرسودہ نظام کی جملہ سختیوں اور سزاؤں کا کافی حد تک تجربہ ہوا، قید تنہائی، ڈنڈا بیڑی کھڑی ہتھکڑی، بان بٹنا اور چکی پیسنا وغیرہ سے لے کر ٹاٹ و دری اور تعزیری خوراک بھی (PENAL DIET) تک جتنی بہیمانہ سزائیں جیل مینویل میں مرقوم تھیں۔ سب کی سب سیاسی قیدیوں پر آزمائی گئیں، محض اس جرم پر کہ جیل کی وہ خوراک جسے جانور تک منہ لگانے کو تیار نہ تھے

ہم لوگ اسے کیوں نہیں کھاتے ؟''

شیخ حسام الدینؒ ایک حساس اور درد مند ذہن رکھنے والے انسان تھے۔ انہوں نے اپنی اسیری کی تکلیفیں اس لیے بیان نہیں کیں کہ وہ اس حوالے سے لوگوں سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے بلکہ ان جیلوں کی حالت عوام کے سامنے لاکر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ انگریز ایک طرف تو خود کو مہذب معاشرہ کا اعلیٰ نمائندہ گردانتا تھا دوسری طرف وہ انسانوں پر ظلم کرتے ہوئے غیر انسانی سطح سے بھی گر جاتا تھا۔

شیخ حسام الدین ایک حساس اور درد مند ذہن رکھنے والے انسان تھے انہوں نے اپنی اسیری کی تکلیفیں اس لیے بیان نہیں کیں کہ وہ اس حوالے سے لوگوں سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان جیلوں کی حالت عوام کے سامنے لاکر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ انگریز ایک طرف تو خود کو مہذب معاشرہ کا اعلیٰ نمائندہ گردانتا تھا، دوسری طرف وہ انسانوں پر ظلم کرتے ہوئے غیر انسانی سطح سے بھی گر جاتا تھا۔

شیخ حسام الدینؒ دھرمسالہ جیل سے جب رہا ہوئے تو ملک کی فضا ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے مکدر ہو چکی تھی۔ دوسرے انگریزوں کے اشارے پر قادیانیوں کے نمائندہ سر ظفر اللہ خان نے فلسطین کی تقسیم کی تائید کر دی۔ جوابی طور پر دہلی میں فلسطین کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں فلسطین کی تقسیم کے مجوزہ منصوبے کو رد کر دیا گیا اور ایسے عناصر کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا جو فلسطین کے مسلمانوں کے بنیادی حق کو تسلیم کرنے کے مخالف تھے۔

شیخ حسام الدینؒ نے لدھیانہ میں اس موضوع پر زور دار تقریر کی۔ انگریز اور قادیانیوں کی درگت بنائی، جس پر، ان کے خلاف مقدمہ بنا اور ایک سال کی سزا ہوئی، شیخ صاحب نے یہ سزا لدھیانہ جیل میں ہی کاٹی۔

۱۹۵۲ء میں شیخ صاحبؒ دفعہ ۱۰۷ کے تحت گرفتار کر لیے گئے وجہ یہ تھی کہ ان دنوں وائسرے ہند نے امرتسر کے دورے کا پروگرام بنایا۔ امرتسر کی انجمن اسلامیہ نے وائسرائے بہادر کے پر جوش استقبال کا فیصلہ کیا، جس پر شیخ حسام الدینؒ نے رائے عامہ کو بیدار کرنا شروع کیا کہ ان حالات میں جب کہ حکومت عوام دشمن کاروائیوں میں مصروف ہے۔ ایک سرکاری نمائندے کا والہانہ استقبال کیا معنی رکھتا ہے؟ چنانچہ شہر میں شدید اضطراب پھیل گیا تو سرکاری پٹھو خان صاحب میاں بڈھے شاہ آنریری مجسٹریٹ نے ان کے خلاف رپورٹ کر دی۔ جس پر شیخ صاحبؒ گرفتار ہو گئے۔ شیخ صاحبؒ کی گرفتاری کی وجہ سے شہر کے حالات مزید گھمبیر ہو گئے۔ وائسرائے کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے، لہذا وائسرائے کی جان کے تحفظ اور شہر کی امن و امان کی صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لیے تقریب منسوخ کر دی گئی۔

برصغیر کی تاریخ میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۰ء تک کا دور بڑا اہم ہے۔ ان پانچ سالوں میں حالات نے کئی کروٹیں بدلیں، کئی تحریکوں نے جنم لیا، کئی نئے سیاسی محاذ اور پلیٹ فارم سامنے آئے۔ راج پال ایجی ٹیشن، سائمن کمیشن کا بائیکاٹ، سر محمد شفیع کا علیحدہ مسلم لیگ قائم کرنا، نہرو رپورٹ، لکھنؤ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کی تشکیل اور ۱۹۳۰ء میں ان حریت پسندوں کی لاہور میں عظیم کانفرنس۔

تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب مجلس احرار اسلام وجود میں آئی تو وہ حالات اس جماعت کے لیے موافق نہ تھے۔ رجعت پسند عناصر نے جماعت کو ختم کرنے، اسے پھلنے پھولنے سے روکنے کے لیے مختلف منصوبے بنائے، لیکن تاریخ کے فیصلے بالکل مختلف اور سبق آموز ہوتے ہیں، مجلس احرار اسلام کی تشکیل، مسلمانوں خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہوئی اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ شیخ حسام الدینؒ طبعاً مجلس احرار کے قیام سے پہلے بھی مجلس احرار کے رکن تھے۔ یہ پختہ نظریاتی وابستگی تھی، جس کی بدولت انہیں ہر مقام پر عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔

مجلس احرار کے بانی کارکنوں نے اس وقت کے حالات واقعات کے مطابق بروقت اور اہم فیصلے کیے۔ اس طرح یہ مسلمانوں کی

ایک علیحدہ فعال تنظیم بن گئی۔ امیر شریعتؒ اور ان کے ساتھیوں نے آزادی وطن کی ہر تحریک کے حوالے سے اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا اور فرنگی سامراج کے خلاف ہر اٹھنے والی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۲۹ء میں جماعت قائم ہوئی تو اس کے ساتھ ہی A30 تحریک نمکین ستیہ گرہ شروع ہوئی۔ جس میں دوسری جماعتوں کے علاوہ مجلس احرار کے تقریباً سبھی لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، غازی عبدالرحمٰن ایڈووکیٹ، مولانا ظفر علی خان، ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین شامل تھے۔ مولانا ظفر علی خانؒ کو اڑھائی سال، امیر شریعتؒ اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ کو دو دو سال، شیخ حسام الدینؒ اور غازی عبدالرحمٰنؒ کو ڈیڑھ ڈیڑھ سال جبکہ مولانا داؤد غزنویؒ اور ماسٹر تاج الدینؒ کو ایک ایک سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ شیخ حسام الدینؒ کو گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا۔ قید و بند کے زمانے میں انہوں نے ایک انگریزی کتاب (THE OTHER SIDE OF THE MEDAL) کا ترجمہ بہ عنوان ''جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ'' کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جیل میں بھی فارغ نہ رہتے تھے انہوں نے تقریر پر پابندی کی صورت میں تحریر کا در، وا کر لیا۔

اس سلسلے میں کانگرس، قادیانیوں اور انگریزوں کے بے پناہ دباؤ کے باوجود اور پریس کے جھوٹے پراپیگنڈے کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ۱۹۳۱ء میں کشمیری عوام پر ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف احتجاج کیا گیا، ریاست کشمیر میں مسلمان اکثریت کا حق خود ارادیت کا نعرہ ''کشمیر تحریک'' کی صورت اختیار کر گیا۔ کشمیری عوام پر ڈوگرہ حکومت کے مظالم بند کرانے کے سلسلے میں احرار وفد سری نگر پہنچا اور مذاکرات ہوئے لیکن ڈوگرہ حکومت دوہری پالیسی پر کاربند رہی۔ ابھی احرار وفد سری نگر میں ہی تھا کہ ریاستی حکومت نے ''سیاسی محکمے'' کے اشارے پر کشمیر کمیٹی کے وفد کو بھی وہاں آنے کی اجازت دے دی۔ یہ وفد مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی قیادت میں انگریز کے اشارے پر وہاں آیا تھا تاکہ کشمیری لیڈروں میں پھوٹ ڈال کر انہیں آزادی کے مطالبے سے باز رکھا جا سکے۔

چنانچہ ڈوگرہ حکومت اور مجلس احرار کے درمیان مذاکرات کامیاب نہ ہو پائے۔ احرار کا وفد سری نگر سے واپس سیالکوٹ پہنچ گیا اور پورے پنجاب میں سول نافرمانی کی تیاری کا اعلان کر دیا۔

اس تحریک میں شیخ حسام الدینؒ نے سیالکوٹ میں رہتے ہوئے رضا کاروں کی قیادت کی۔ انھوں نے مدبرانہ انداز میں لوگوں میں حوصلہ اور جذبہ پیدا کیا اور پانچ روز کے اندر تقریباً دس ہزار رضا کاروں کو جیلیں بھرنے پر آمادہ کیا۔ جس سے انتظامیہ کو خاصا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تحریک میں وہ خود بھی گرفتار ہوئے اور انہیں ایک سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

شیخ حسام الدینؒ دنیا میں ہونے والے واقعات سے کسی طور بھی بے خبر نہ رہے بلکہ ان کی سیاسی زندگی اس سے عبارت ہے کہ احرار کے سرگرم کارکن اور ایک ذمے دار لیڈر ہونے کے ناتے، انہوں نے ہر تحریک میں حصہ لیا۔ اور اس کی پاداش میں انہیں قید و بند کی صعوبتیں سہنا پڑیں۔ اس سلسلے میں ۱۹۳۵ء میں کل ہند مجلس احرار کی طرف سے یوم فلسطین منانے پر شیخ صاحبؒ کو ایک سال قید ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم میں برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستانیوں کو ان کی مرضی کے خلاف جنگ میں جھونک دیا گیا۔ اس پر مجلس احرار نے اس اعلان کی مخالفت کی، شیخ حسام الدینؒ جو اس وقت مجلس احرار کے دوسرے صدر منتخب کیے گئے تھے، برصغیر کے مختلف حصوں کا دورہ کیا۔ سات اضلاع میں ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ وہ لائل پور (فیصل آباد) کے دورے سے واپس آرہے تھے کہ گرفتار کر لیے گئے۔

پاکستان بن گیا تو بھی ملک میں ہر فتنے کی سرکوبی کے لئے مجلس احرار شانہ بہ شانہ آگے بڑھتی رہی، چاہے وہ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے دفاع کی تحریک ہو، یا ۱۹۶۵ء کی۔ شیخ صاحبؒ نے ہر دو جنگوں میں ملک بھر میں دفاع کانفرنسیں کیں اور ملکی سلامتی اور دفاع کے لئے کارکنوں میں جذبہ حب الوطنی بیدار کیا۔ ان کی ان صلاحیتوں کو دیکھ کر ہی اور ام کے دلوں میں جذبہ حب الوطنی کو مزید جاگزین کرنے کے لئے انہیں